روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۴۴-۷۹ نمبر ۲۳۹ | بدھ۔ ۲۰۔ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ '۲۶۔ اخاء ۱۳۷۳ ھش' ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۹۴ء

بیعت کنندہ سچی تبدیلی اور خوفِ خدا دل میں پیدا کرے

بیعت کی حقیقت سے پوری واقفیت حاصل کرنی چاہئے اور اس پر کاربند ہونا چاہئے۔ اور بیعت کی حقیقت یہی ہے کہ بیعت کنندہ اپنے اندر سچی تبدیلی اور خوف خدا اپنے دل میں پیدا کرے۔ اور اصل مقصود کو پہچان کر اپنی زندگی میں ایک پاک نمونہ کرکے دکھاوے۔ اگر یہ نہیں تو پھر بیعت سے کچھ فائدہ نہیں۔ بلکہ یہ بیعت پھر اس کے واسطے اور بھی باعث عذاب ہوگی کیونکہ معاہدہ کرکے جان بوجھ اور سوچ سمجھ کر نافرمانی کرنا سخت خطرناک ہے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

بجز خدا کی توفیق اور مدد کے توبہ کرنا اور اس پر قائم ہو جانا محال ہے توبہ صرف لفظوں اور باتوں کا نام نہیں۔ دیکھو خدا قلیل سی چیز سے خوش نہیں ہو جاتا۔ کوئی ذرا سا کام کرکے خیال کر لینا کہ بس اب ہم نے جو کرنا تھا کر لیا اور رضا کے مقام تک پہنچ گئے۔ یہ صرف ایک خیال اور وہم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک بادشاہ کو ایک دانہ دے کر یا مٹی کی مٹھی دے کر خوش نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کے غضب کے مورد بنتے ہیں تو کیا وہ احکم الحاکمین اور بادشاہوں کا بادشاہ ہماری ذرا سی ناکارہ حرکت سے یا دو لفظوں سے خوش ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا وہ مغز چاہتا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم ص ۱۴۵)

ایمان والوں کو چاہئے کہ خدا کی حمد اور تسبیح کرتے رہیں

(حضرت امام جماعت احمدیہ الاول)

اللہ کی تسبیح کرو۔ اس کی ستایش اور حمد کرو اور اس سے حفاظت طلب کرو۔ بخشش یا حفاظت الٰہی طلب کرنا ایک عظیم الشان سرّ ہے۔ انسان کی عقل تمام ذرات عالم کی محیط نہیں ہو سکتی اگر وہ موجودہ ضروریات کو سمجھ بھی لے تو آئندہ کے لئے کوئی فتویٰ نہیں دے سکتی۔ اس وقت ہم کپڑے پہنے کھڑے ہیں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ ہی کی حفاظت اور فضل کے نیچے نہ ہوں اور محرقہ ہو جاوے تو یہ کپڑے جو اس وقت آرام دہ اور خوش آئند معلوم ہوتے ہیں ناگوار خاطر ہو کر موذی اور مخالف طبع ہو جاویں اور وبال جان سمجھ کر ان کو اتار دیا جاوے۔ پس انسان کے علم کی تو یہ حد اور غایت ہے۔ ایک وقت ایک چیز کو ضروری سمجھتا ہے اور دوسرے وقت اسے غیر ضروری قرار دیتا ہے۔ اگر اسے یہ علم ہو کہ سال کے بعد اسے کیا ضرورت ہوگی؟ مرنے کے بعد کیا ضرورتیں پیش آئیں گی؟ تو البتہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بہت کچھ انتظام کر لے۔ لیکن جب کہ قدم قدم پر اپنی لاعلمی کے باعث ٹھوکریں کھاتا ہے پھر حفاظت الٰہی کی ضرورت نہ سمجھنا کیسی نادانی اور حماقت ہے یہ صرف علم ہی تک محدود نہیں رہتی۔ دوسرا مرحلہ تصرفات عالم کا ہے وہ اس کو مطلق نہیں ایک ذرہ پر اسے کوئی تصرف و اختیار نہیں۔ غرض ایک بے علمی اور بے بسی تو ساتھ ہی۔ پھر بد عملیاں ظلمت کا موجب ہو جاتی ہیں۔ انسان جب اولاً گناہ کرتا ہے تو ابتدا میں دلیر نہیں ہوتا ہے۔ پھر وہ امر بڑھ جاتا ہے اور رَیْن کہلاتا ہے۔ اس کے بعد مہر لگ جاتی ہے۔ یہ چھاپا مضبوط ہو جاتا ہے۔ قفل لگ جاتا ہے۔ پھر یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ بدی سے پیار اور نیکی سے نفرت کرتا ہے۔ خیر کی تحریک ہی قلب سے اٹھ جاتی ہے۔ اس کا ظہور ایسا ہوتا ہے کہ خیر و برکت والی جانوں سے نفرت ہو جاتی ہے۔ یا تو ان کے حضور آنے ہی کا موقعہ نہیں ملتا یا موقع تو ملتا ہے لیکن انتفاع کی توفیق نہیں پاتا۔ رفتہ رفتہ اللہ سے بعد ملائکہ سے دوری اور پھر وہ لوگ جن کا تعلق ملائکہ سے ہوتا ہے ان سے بُعد ہو کر کٹ جاتا ہے۔ اس لئے ہر ایک عقل مند کا فرض ہے کہ وہ توبہ کرے اور غور کرے۔ ہم نے بہت سے مریض ایسے دیکھے ہیں جن کو میٹھا

باقی صفحہ ۷ پر

سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے گھر رحمت سے بھر جاتے ہیں

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

سانحہ ارتحال

○ محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ زوجہ چوہدری نور محمد صاحب وفات یافتہ بھمیاں ضلع ہوشیار پور ۲۱۔ اکتوبر کو بعمر ۹۶ سال ربوہ میں وفات پا گئیں۔ آپ موصیہ تھیں آپ کی نماز جنازہ ۲۲۔ اکتوبر بعد نماز ظہر مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد محترم حافظ مظفر احمد صاحب نے دعا کرائی۔ موصوفہ نیک صفات کی مالک تھیں۔ آپ کی اولاد میں ان کی یادگار پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹا چوہدری نذیر احمد صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع بہاولپور ہیں جو حضرت ڈاکٹر بھائی محمود احمد صاحب رفیق (حضرت بانی سلسلہ احمدیت) کے داماد ہیں اور ایک بیٹا چوہدری بشیر احمد صاحب نائب امیر ضلع ملتان ہیں۔

اللہ تعالیٰ موصوفہ کے درجات بلند فرمائے۔

درخواست دعا

○ عزیزہ ذکیہ خالدہ صاحبہ جو کیپٹن ملک خادم حسین صاحب (وفات یافتہ) پرائیویٹ سیکرٹری حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی پوتی ہیں کا الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں اپریشن متوقع ہے۔ ان کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لئے درخواست دعا ہے۔

ولادت

○ مکرم طارق محمود دھوکھر صاحب مربی سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۹۴ء بروز جمعہ پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ حضرت صاحب نے ازراہ شفقت بچی کا نام "حمدیٰ محمود" عطا فرمایا ہے۔ بچی وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے نیک اور خادمہ دین بنائے۔

اپنی خلوت گاہوں کو ذکر الٰہی کی جگہ بناؤ۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی۔ ربوہ

قیمت
دو روپیہ

۲۶۔ اخاء۔ ۱۳۷۳ ہش ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۹۴ء

آخرت پر ایمان

اگرچہ اللہ تعالیٰ سے انتہائی اخلاص کے ساتھ محبت کرنے کا تقاضا یہ بتایا جاتا ہے کہ انسان کسی لالچ یا ڈر کے بغیر اس سے محبت کرے اور وہ یہ کہہ سکے کہ اے خدا اگر تو میرے نیک اعمال کے باوجود مجھے جہنم میں ڈال دے تو میں تجھ سے راضی رہوں گا۔ مجھے نہ جنت کی ضرورت ہے نہ جنت کی خواہش ہے نہ دوزخ کا ڈر ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ محبت کا یہ مقام بہت بالا ہے' اس مقام تک پہنچنا ہر کہ و مہ کا کام نہیں۔ انسانی فطرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ اچھا کام کرے تو اسے جزا ملے اور اگر اس جزا کے تصور کو اس کے اچھے کام سے الگ کر دیا جائے تو غالباً اچھا کام کرنے کی طرف میلان ہی پیدا نہ ہو۔ جب تک انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے اچھے کام کی جزا ملے گی اور برے کام کی سزا۔ اگرچہ وہ یہ جانتا ہے کہ یہ سب کچھ احکام خداوندی ہی کے ماتحت ہے لیکن پھر بھی اس کی خدا تعالیٰ سے محبت ان باتوں کے ساتھ اس لئے منسلک ہو جاتی ہے کہ یہی اس کی فطرت کا تقاضا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ سے امید رکھتا ہے کہ اس کی نیکیوں کی اسے جزا ملے گی اور اس امید کے واسطے سے وہ مزید نمایاں نیکیاں کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کسی انسان کے دل سے یہ خیال نکل جائے کہ اسے اس کی نیکی کی جزا ملے گی تو یقیناً نیکیوں کی طرف اس کا میلان کم ہو جائے گا۔ اس کی زندگی بدل جائے گی۔ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک نارمل انسان نہیں رہے گا۔ وہ سمجھے گا کہ اچھا کیا تو کیا اور برا کیا تو کیا اور چونکہ برا کرنا آسان ہے اور اس کی آسانی کی مثال یوں دیتے ہیں کہ یہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کی طرف پھسل کر آنے کی طرح ہے جو آسان کام ہے۔ تو وہ یقیناً نیکیاں چھوڑ دے گا اور بدیوں کی طرف مائل ہو جائے گا۔

آخرت کا تصور جوں جوں انسان کے ذہن میں پختہ ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کا یہ خیال یقین میں بدلنے لگتا ہے کہ اس کی نیکیوں کی اسے جزا ملے گی۔ اور اگر اس نے کوئی برا کام کیا تو اس کی سزا بھی مقدر ہے توں توں اس کے دل میں نیکیوں کا جذبہ پیدا ہوتا چلا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ جس نیکی کا بدلہ یہاں اسی دنیا میں فوری طور پر نہیں ملتا وہ ایک خزانے کی صورت میں دوسری دنیا میں جمع ہو جاتی ہے اور آخرت میں ہمیں مل کر رہے گی۔ یہ بات بھی انسان کو نیکیوں کی طرف متوجہ کرتی ہے' اسی لئے آخرت کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ تمام نیکیوں کا ایک بھاری ذریعہ آخرت پر ایمان ہے۔ اگرچہ انسان چاہتا تو یہ ہے کہ اس کی نیکی کا پھل اسے یہیں مل جائے اور فوراً مل جائے لیکن چونکہ عام طور پر ایسا ہوتا نہیں اس لئے خیال کی دو شقیں سامنے آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو نیکی کی اور اس کی یہیں جزا نہیں ملی وہ برباد گئی اور دوسرے یہ کہ جو نیکی کی وہ کسی جگہ محفوظ رکھ لی گئی ہے اور ایک وقت آنے والا ہے جب اس کی جزا ضرور ملے گی۔ جو لوگ اس خیال کی پہلی شق کی طرف جاتے ہیں وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ نیکیاں کرنے کا فائدہ ہی کیا ہے لیکن جن کا ذہن دوسری شق کی طرف جاتا ہے وہ ہمیشہ پر امید رہتے ہیں' انہیں ہمیشہ اس بات پر یقین رہتا ہے کہ ہماری کوئی بھی نیکی برباد نہیں جائے گی' یہاں جزا مل گئی تو بہت اچھا یہاں نہیں ملی تو کبھی نہ کبھی وہ وقت ضرور آئے گا جب اس کی جزا ملے گی اور اس وقت کے آنے کی آخری حد آخرت مقرر کی جاتی ہے۔

پس آخرت پر ایمان اور اس پر یقین ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو پر امید رکھتی ہے اور انسان کو نیکیوں کی طرف مائل رکھتی ہے۔ اور نیکیاں کرنے سے انسان کے دل میں بشاشت کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ ہمارے دل اس یقین سے پر ہونے چاہئیں کہ ہماری کوئی نیکی ضائع نہیں جاتی۔ آج نہیں تو کل اور کل سے مراد کل آنے والا دن بھی ہو سکتا ہے اور آخرت بھی۔ پس آخرت پر ہمارا ایمان اور ہمارا یقین پختہ ہونا چاہئے کہ یہ دنیا کی بہتری کا بہترین ذریعہ ہے۔

سیاست کا آئینہ شفاف کر دے
الٰہی دل و روح کو صاف کر دے
ہے بہبودِ انسان جس کا فریضہ
غضب ہے وہ جانوں کا اتلاف کر دے

ابوالاقبال

سُن لے میری دُعا خدا کے لئے

لوگ لکھتے ہیں خط دعا کے لئے — اپنے تکمیل مدعا کے لئے
میں یہ کہتا ہوں۔ روکئے وہ اے مالک — سن لے میری دعا۔ خدا کے لئے
ورنہ بندے ترے کہیں گے یوں — حشر جب ہو بپا۔ جزا کے لئے
کیا یہی تو نہیں ہے وہ ظالم؟ — جس کو کہتے تھے ہم دعا کے لئے
اب ہُوا آ کے یاں ہمیں معلوم — اس کے سب کام تھے رِیا کے لئے
یہ جو صاحب ہیں۔ خوب پھرتے تھے — کپڑے مصنوعی اِتّقا کے لئے
چاہئے کچھ سزا ضرور یہاں — ایسے گمراہ خود نما کے لئے
تو ہی بتلا کہ عذر کیا ہوگا؟ — مجھ گنہگار ناسزا کے لئے
کس سے جا کر کہوں میں تیرے سوا — اپنے اس درد کی دوا کے لئے
کون بنتا ہے بیکسوں کا رفیق؟ — کون روتا ہے بینوا کے لئے
بس تو ہی ہے جو کام آتا ہے — ہر جفا کار پُرخطا کے لئے
ہائے افسوس! مجھ سے نبھ نہ سکے — عہد تو نے تھے جو وفا کے لئے
مارے رقّت کے لب نہیں کھلتے — ہے زباں بند مدعا کے لئے
بات منہ میں۔ نہ ذہن میں الفاظ — کیا کروں عرض التجا کے لئے

ہاتھ بس رہ گئے ہیں اک باقی
ہُوں اٹھاتا انہیں دعا کے لئے

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل

تحریک جدید کے سال نو کے اعلان پر عہدیداران جماعت کے فرائض

○ تحریک جدید کی ذمہ واریوں میں توسیع مشنہائے بیرون کے نتیجہ میں اس قدر اضافہ ہو چکا ہے کہ ہمارے محبوب امام (الرابع) جس انداز میں ہمیں اس طرف توجہ دلا چکے ہیں وہ ہر مخلص احمدی کے لئے لمحہ فکریہ پیدا کرنے اور مخلصانہ لبیک کہنے کے لئے کافی ہے فرمایا۔

"بے انتہا کام کی ضرورت ہے' بے انتہا قربانیوں کی ضرورت ہے' بے حد واقفین کی ضرورت ہے' بے حد مالی قوت کی ضرورت ہے"۔ (تقریر سپین ۱۹۸۲ء)

اندریں صورت سال نو کے وعدہ جات اولین موقعہ پر حاصل کرنے کا اہتمام فرمایا جائے۔

۱۔ وعدوں کا ٹارگٹ حاصل کرنے کے لئے معیادی وعدے حاصل کئے جائیں۔
۲۔ سعی فرمائی جائے کہ جماعت کے ہر فرد (مرد و زن بچہ بوڑھا) کو شامل کیا جائے۔
۳۔ کمانے والے حضرات اور خواتین سے ماہوار آمد کے کم از کم پانچویں حصہ کے برابر وعدہ لیا جائے۔
۴۔ وفات یافتہ بزرگوں کی طرف سے بھی بدستور وعدے پیش کئے جائیں۔
۵۔ معاونین خصوصی کی تعداد زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی کوشش فرمائی جائے۔

اس طرح یقیناً آپ تحریک جدید کے ذریعہ مالی قربانی کو کامیاب بنانے کا عظیم ثواب حاصل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کا حامی و ناصر ہو اور حسنات دارین سے نوازے۔

وکیل المال اول تحریک جدید

قائدین و ناظمین تحریک جدید توجہ فرمائیں

○ تحریک جدید کا رواں سال چند روز میں ختم ہو رہا ہے۔ لہٰذا

۱۔ اپنی اپنی مجالس کے چندہ تحریک جدید کی سو فیصد وصولی یقینی بنائیں۔
۲۔ مورخہ ۲۸۔ اکتوبر بروز جمعہ یوم تحریک جدید ہے۔ اس روز اپنی اپنی مجالس میں جماعتی سطح پر ہونے والے پروگراموں میں خدام کی سو فیصد شرکت یقینی بنائیں۔
۳۔ اس سلسلہ میں جماعتی یا قیادت کی سطح پر ہونے والے اجلاسات کی رپورٹ مرکز ارسال فرمائیں۔

(مہتمم تحریک جدید)

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع

افکارِ عالیہ

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع فرماتے ہیں:-

"جو انسان اپنی حمد کا عادی ہو وہ اکثر اوقات فَرِحٌ فَخُورٌ بھی ہو جایا کرتا ہے۔ اس کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر بے حد خوش ہونے کی عادت پڑ جاتی ہے اور شیخی کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے فرح کے مضمون کو حمد کے ساتھ یعنی انسان کی جھوٹی حمد کے ساتھ باندھ کر پیش فرمایا ہے۔ اس کا میں آگے جاکر ذکر کروں گا' لیکن اس کے نظارے آپ نے بسا اوقات کھیلوں کے میدانوں میں بھی دیکھے ہونگے کہ کبڈی کا ایک کھلاڑی جو کسی اچھے مضبوط کھلاڑی کو (پنجابی میں جس کو "دھول" کہتے ہیں' اردو میں پتہ نہیں۔ دھول دھپا تو خیر اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے) ایک دھول لگا کر گراتا ہے اس کے شکنجے سے نکل کر واپس بھاگتا ہے تو عجیب و غریب حرکتیں کر رہا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ وہ ہاتھ اونچے کرکے دونوں انگلیاں کھڑی کر دیتا ہے۔ بعض دفعہ منہ سے آوازیں نکالتا ہے کہ میں نے کمال کر دیا ہے۔ بعض دفعہ وہ چھاتی پر ہاتھ مارتا ہے۔ اس طرح فٹ بال کے میدانوں میں بھی جب بھی کوئی شخص گول کرتا ہے تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہ کس طرح عجیب و غریب حرکتیں کرتا اور اچھلتا کودتا اور فخرو مباہات کے اظہار کے لئے اپنے جسم کو مختلف شکلیں دیتا ہے۔ بعض آوازیں نکالتے ہیں۔ بعض خاموش اظہار کرتے ہیں۔

یہ جو مناظر ہیں یہ نمایاں طور پر آپ کی نظر کے سامنے رہتے ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کس حد تک حمد کا پیاسا ہے اور یہ پیاس اس کو مجبور کر دیتی ہے کہ جہاں حمد کے چند قطرے ملیں ان کو نہ صرف پیئے بلکہ فخر سے اظہار کرے کہ ہاں آج میری پیاس بجھ گئی۔ یہ واقعات روزہ مرہ کی زندگی میں ہم سے ہو رہے ہوتے ہیں۔ جب ہم دوسروں کو دیکھتے ہیں تو دکھائی دیتے ہیں۔ جب اپنے اوپر نظر ڈالتے ہیں تو دکھائی نہیں دیتے۔ پس اس لئے اس مضمون کو خوب کھول کر بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ اپنے اندر حمد کا چاہنے کا جذبہ اس طرح دکھائی نہیں دے گا جیسے دوسرے کا حمد چاہنے کا جذبہ آپ کو دکھائی دیتی ہے۔ دوسرے کی شیخی پر آپ کو بعض دفعہ ہنسی بھی آجاتی ہے مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ شیخی آپ کا نفس روزانہ کرتا ہے اور کرتا چلا جاتا ہے اور کوئی آنکھ اس کو دیکھتی نہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ جذبہ جب آگے بڑھتا ہے تو پھر ایسی حمد کا بھی انسان طالب ہو جاتا ہے جو ظاہری طور پر بھی اس کو نہیں ملنی چاہئے۔ یعنی حمد کے بعض قصے تو یہ ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس میں انسان نے ایک اچھا کام ضرور کیا ہے لیکن وہ اچھا کام خود اس کی ذاتی توفیق سے ایسا متعلق نہیں تھا جتنا اللہ تعالیٰ کی بے انتہاء عنایات سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا اس موقعہ پر اس بات کو بھلا دینا یا یہ اہلیت نہ رکھنا کہ اپنے اچھے فعل کے پیچھے خدا کے ہاتھ دیکھے اور خدا کی تخلیق کے ان گنت کرشموں کا نظارہ کرے تو یہ ایک چیز جو ہے یہ ایک حد تک سمجھنے کے لائق ہے اور سمجھانے کے لائق ہے لیکن قرآن کریم فرماتا ہے کہ انسان صرف اسی بات پر راضی نہیں ہوتا یہیں ٹھہر نہیں جاتا۔ فرمایا:-

(-) کہ تو ہرگز یہ گمان نہ کر کہ وہ لوگ جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر اتراتے ہیں۔ جو کچھ گل وہ کھلاتے ہیں ان پر بڑا فخر محسوس کرتے ہیں۔ جو کوئی اچھا کام کیا یا کسی قسم کا بھی ایسا کام کیا جو کم سے کم اس کی نظر میں قابل تعریف ہو تو اس پر وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اترانے لگ جاتے ہیں۔ (-) اس کے ساتھ وہ اس بیماری میں ضرور مبتلا ہوتے ہیں کہ جو کام وہ نہیں کرتے ان کے لئے بھی تعریف کے خواہاں ہو جاتے ہیں۔ اور جب یہ بیماری بڑھ کر اس مقام تک پہنچ جاتی ہے تو (-) پھر یقین رکھ کہ یہ لوگ عذاب سے محفوظ نہیں ہیں۔ (-) اور ان کو دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

اس مضمون کا تعلق یقیناً آخرت سے ہے لیکن یہ غلط ہے کہ اس دنیا سے نہیں کیونکہ تعریف کی پیاس جب اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ انسان ان چیزوں پر بھی تعریف کی تمنا رکھنے لگ جاتا ہے' تعریف کروانے کے لئے اس کے دل میں پیاس لگ جاتی ہے جن چیزوں میں اس کا کوئی بھی حصہ نہیں ہوتا یعنی کام کسی اور نے کیا اور تعریف اس نے اپنی کرنی شروع کروا دی۔ یہ بات بھی آپ روز مرہ کی زندگی میں ہر گھر میں مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ ہر انتظام میں مشاہدہ کر سکتے ہیں اور انسانی تعلقات میں اور قوموں کے تعلقات میں بھی یہ بات اگر آپ باریک نظر سے دیکھیں تو آپ کو دکھائی دے گی۔

اگر کسی نے کوئی اچھا کام کیا ہو اور بتایا نہ جائے مثلاً گھر میں بچوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کہ ہمیں علم ہے کہ کس نے اچھا کام کیا ہے اور آپ اچانک پوچھیں کہ کس نے کیا ہے تو بے اختیار کئی بچے ہاتھ اونچا کریں گے کہ ہاں! ہم نے کیا ہے۔ اگر ان کو یہ یقین ہو جائے کہ پتہ نہیں لگے گا کہ کس نے کیا تھا تو پھر اکثر بچوں کے اندر یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ اس بات میں اپنی تعریف کروائیں جو بات انہوں نے نہیں کی۔ ان کے بھائی یا کسی بہن نے کی تھی لیکن چونکہ تعریف ہو رہی ہے اس لئے وہ کہتے ہیں ہم نے کیا ہے۔ اور اگر کوئی یہ نہ کر سکے تو تعریف میں حصہ ڈالنے کی عادت تو اتنی پختہ ہے کہ اس سے تو شاید ہی کوئی انسان بری ہو۔ اگر آپ کسی سے پوچھیں کہ بہت اچھا کھانا پکا ہے' کس نے پکایا ہے؟ تو اگر گھر کی مالکہ نے پکایا ہو گا تو وہ کہے گی میں نے پکایا ہے' کوئی دوسرا بولے گا مصالحہ تو میں نے بتایا تھا' ایک تیسرا بتائے گا کہ ترکیب میری تھی' ایک چوتھا کہے گا کہ ڈوئی میں پھیرتا رہا ہوں غرضیکہ ہر شخص بیچ میں اپنا حصہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ روز مرہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا مشاہدہ ہے لیکن یہ آگے جاکر بہت گہری بیماری میں تبدیل ہو جاتا ہے اور ایسے اشخاص کو بعد ازاں احتمال ہے کہ گہری روحانی بیماریاں نہ لاحق ہو جائیں۔ اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہر انسان اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرکے یہ جائزہ لے سکتا ہے کہ کس حد تک اس نے اس معاملے میں ٹھوکر کھائی یعنی تعریف کی ایک خواہش تو طبعی ہے اسے اپنے مقام پر رکھنا اور لگام ڈال کر رکھنا یہ ایک الگ مسئلہ ہے مگر جو واقعہ ہوا ہی نہیں اس ضمن میں جھوٹی تعریف کی تمنا یہ بہت بڑی بیماری ہے اور یہ شرک کی بدترین قسم بن جاتی ہے اور ایسے لوگ پھر سب سے زیادہ خدا کی تعریف اس سے چھینتے ہیں اور عمداً ہر چیز میں بات اپنے ذمے لگاتے ہیں کہ ہماری وجہ سے یہ ہوا ہے۔ اور یہ بیماری جب زیادہ باریک ہو جاتی ہے تو عجیب و غریب شکلیں اختیار کرتی ہے۔ میں اس کا نمونہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ نیک انسان بھی اس قسم کی بعض بیماریوں سے محفوظ نہیں رہتے۔ عام طور پر موحد ہیں لیکن بہت سی باتوں میں غلطی کر جاتے ہیں۔

یہ بھی رجحان پایا جاتا ہے کہ اگر خدا کا کوئی فضل ہو تو انسان اپنے اندر وہ نیکی تلاش کرتا ہے کہ کس وجہ سے فضل ہوا ہے۔ خدا نے کوئی خاص احسان کیا تو انسان کہتا ہے اس لئے ہے کہ میں نے غریبوں کی ہمدردی کی تھی۔ خدا نے بہت احسان کیا اور شفاء بخشی تو انسان سوچتا ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ میں نے فلاں انسان کے ساتھ نیکی کا سلوک کیا تھا اور یہاں تک کہ جب کسی شخص پر خدا کا خاص فضل نازل ہو تو لوگ بھی جو تبصرے کرتے ہیں ان میں اس شخص کی خوبیاں تلاش کر رہے ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو اس پر یہ فضل کیا ہے تو اس کی یہ بات سن گئی' اس کی یہ نیکی کام آئی اور ہمارے ہاں روز مرہ کے محاورے میں یہ بات اکثر سننے میں آتی ہے کہ اس کی تو فلاں نیکی کام آگئی حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ انسان کی نیکیاں کیا؟ ان کی حیثیت کیا خدا تعالیٰ اگر انسان کی نیکیوں کے مقابل پر اس کی بداعمالیوں کا حساب کرے تو کسی کے پلے کوئی نیکی باقی نہ رہے۔ اپنی نیکی کی طرف خیال آجاتا ہے اور بدیاں انسان بھول جاتا ہے اور خدا کے وہ احسانات جو خالصتہً "فضل کے نتیجے میں" ہیں ان احسانات کو اپنی طرف منسوب کرنے لگ جاتا ہے کہ میری کسی خوبی کے نتیجے میں ایسا ہوا۔ لیکن ایک عارف باللہ اس معاملے میں کبھی دھوکہ نہیں کھاتا۔ چنانچہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ مناجات میں عرض کرتے ہیں کہ۔

سب کچھ تیری عطا ہے
گھر سے تو کچھ نہ لائے

کیسا سادہ لیکن کتنا عظیم اور قوی اظہار ہے۔ کتنی گہری اور دائمی حکمت اس میں بیان فرما دی گئی ہے۔

سب کچھ تیری عطا ہے
گھر سے تو کچھ نہ لائے

پس (ہر قسم کی تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے) کہتے ہوئے جب تک یہ رجحان پیدا نہ ہو کہ سب کچھ تیری عطا ہے۔ گھر سے ہم کچھ نہیں لائے تو اس وقت تک الحمد کا مضمون کامل نہیں ہو سکتا اور اس وقت تک (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کی دعا میں طاقت پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس جب آپ کلیتہً "حمد سے اپنے آپ کو خالی کر لیتے ہیں۔ اللہ کے جتنے احسانات ہیں ان کو خدا کے احسانات کے طور پر گنتے ہیں اور ان پر حمد کے گیت گاتے ہیں تو پھر جب (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں) کہتے ہیں تو دل پوری سچائی کے ساتھ یہ عرض کرتا ہے' خدا کے حضور یہ اقرار کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ ہم نے تو اپنی حمد سمجھی کچھ نہیں' اس لئے ہم اپنی عبادت نہیں کرتے۔ ہم نے تو کسی غیر کی کوئی حمد سمجھی ہی نہیں اس لئے ہم کسی غیر کی عبادت نہیں کرتے اور تو جانتا ہے اور تو دیکھ رہا ہے کہ جب تمام تر حمد ہم تیرے حضور پیش کر بیٹھے تو اب سوائے تیری عبادت کے ہمارے پاس کچھ نہیں رہا۔ ایسی صورت میں عبد' عابد بن جاتا ہے اور ایک انسان نہیں رہتا۔ یوں تو ہر انسان خدا کا بندہ ہے لیکن سورہ فاتحہ ایک عبد کو عابد میں تبدیل کرتی ہے۔ تب اس کا یہ حق ہے کہ وہ یہ عرض کرے: (ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں) کہ سب کچھ تیرے خزانے میں جمع ہو گیا ہمارے پاس تو رہا ہی کچھ نہیں اس لئے ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں اور تیری مدد کے بغیر ہم کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

باقی صفحہ ۷ پر

نسیم سیفی

کاغذی ہے پیرہن

یہ تصویر۔ اور ان مضامین میں جب بھی میں "یہ تصویر" کہتا ہوں تو قارئین ادھر ادھر دیکھنے لگتے ہیں کہ تصویر ہے کہاں۔ اور تصویر کو اخبار میں نہ پاکر مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ ان مضامین کے ساتھ تصاویر کا شائع ہونا بھی ازحد ضروری ہے۔ درست ہے۔ لیکن بعض مجبوریوں کی بناء پر تصاویر شائع نہیں کی جا رہیں۔ میں نے پہلے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اگر کبھی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور ان مضامین کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا موقعہ ملا تو تصاویر شامل کر دی جائیں گی' اس وقت لی گئی تھی جب حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب تین ماہ کے لئے ایران جا رہے تھے۔

اپنا رسالہ الفرقان میرے سپرد کرتے ہوئے فرمایا "کل صبح گھر سے روانہ ہوں گا" یہ اطلاع بیت النصرت میں بھی دی جا چکی تھی۔ اور دفاتر کے دوست بھی جانتے تھے کہ مولانا موصوف کس وقت گھر سے روانہ ہوں گے۔ چنانچہ الوداع کہنے والوں میں میں اپنے کیمرے کے ساتھ موجود تھا۔ اور جب دوستوں سے کہا کہ تصویر کے لئے سیٹ ہو جائیں تو حسب معمول محترم مولانا صاحب نے آواز لگائی کیمرہ خالی تو نہیں۔ فلم تو ہے نا اس میں۔ یہ بات آپ ہمیشہ مجھے کہا کرتے تھے ازراہ مذاق۔ اگرچہ انہیں معلوم تھا کہ میرا کیمرہ کبھی خالی نہیں ہوا۔ اور خاص طور پر ایسے مواقع کے لئے جس وقت مولانا ابوالعطاء ایران جا رہے ہوں۔

ایران سے جب آپ واپس تشریف لائے تو انجمن صحافیان نے آپ کو ایک دعوت پر مدعو کیا اور آپ نے ایران میں قیام کے دوران پیش آنے والے واقعات کا ایک حصہ ہمیں سنایا۔ دیگر باتیں بھی جن کا تعلق تو ایران سے تھا لیکن محترم مولانا صاحب کے دیکھنے کی وہ باتیں نہیں تھیں مثلاً یہ کہ بادشاہ کا وزیر اعظم کون ہے اس کا مذہب کیا ہے کیونکہ یہ تو سننے والی بات تھی۔ چنانچہ آپ نے بتایا کہ وزیر اعظم ایک بہائی ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آپ جہاں بھی جائیں اور جو بھی بڑا اسٹور آپ دیکھیں وہ بہائیوں کی ملکیت ہے۔ گویا کہ اس وقت تک بہائیوں کا اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا اور وہ سماجی معاشی اور معاشرتی زندگی میں خاصے نمایاں تھے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص ایران جائے اور واپسی پر اس سے متعہ کے متعلق نہ پوچھا جائے۔ متعہ شیعہ حضرات کا ایک باعمل عقیدہ ہے اور اگرچہ اس کا مظاہرہ دوسرے ملکوں یا دوسرے شہروں میں تو نہیں ہوتا۔ لیکن ایران میں ضرور ہوتا ہے۔ آپ نے ہمیں بتایا کہ جس طرح یہاں سڑکوں پر عرائض نویس چھوٹی چھوٹی چوکیاں سامنے رکھ کر سڑک کے کنارے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہاں پر بھی سڑکوں کے کناروں پر متعہ نویس بیٹھے نظر آئیں گے۔ کہیں اکادکا اور کہیں قطار در قطار۔ اور اگر آپ وہاں چند لمحے توقف کریں تو آپ کو یہ پتہ چل جائے کہ متعہ نویس کس قسم کی عبارت لکھتے ہیں۔ ایک آدھ دن کے لئے چند دنوں کے لئے ہو سکتا ہے چند ہفتوں کے لئے۔ لیکن طرفین موجود ہوتے ہیں۔ مرد بھی اور عورت بھی اور متعہ نویس ان کا معاہدہ لکھتا ہے۔

چنانچہ انہوں نے بتایا کہ یہ بات محض اس لئے عمل میں لائی جاتی ہے کہ ان کا ایک عقیدہ اس سے وابستہ ہے۔ انہوں نے یہ بات بھی بتائی کہ (یہ بات انہیں وہاں بتائی گئی تھی) ایک مرد اور عورت نے متعہ کیا اور متعہ کے بعد مرد نے خواہش کی کہ وہ عورت اس کے پاس ہی رہ جائے۔ اس نے کہا میرے پاس رہو گی تو بہت کچھ دوں گا۔ کہنے لگی کتنا دو گے۔ اس شخص نے کہا لاکھوں روپیہ۔ عورت کہنے لگی۔ میرا خاوند تو کروڑ پتی ہے۔ میں نے تو یہ عمل محض اپنے عقیدے کی ایک شق پر عمل کرنے کے لئے کیا ہے۔ بات تو حیرانگی کی ہے لیکن وہ آدمی یہ محسوس کرتا ہوا کہ میں اس عورت کو اتنا نہیں دے سکتا جتنا اس کا خاوند دیتا ہے اور پھر شائد وہ عورت جس کا خاوند ہو اس سے یہ کہنا بھی مناسب نہ ہو کہ وہ اس دوسرے آدمی کے پاس رہ جائے۔ بہرحال اس قسم کی بہت سی باتیں محترم مولانا صاحب نے سنائیں۔ یہ اس وقت کے قصے ہیں۔ جب کہ وہاں بادشاہت موجود تھی۔ اس کے بعد انقلاب آیا جسے وہاں کے لوگ اسلامی انقلاب کے نام سے یاد کرتے ہیں اور بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ نہیں کہہ سکتے کہ یہ قطار اندر قطار متعہ نویس اسی طرح موجود ہیں یا ان کی کیفیت بدل گئی ہے۔ بہرحال یہ تصویر جو اس وقت میرے سامنے ہے (اور آپ اسے نہیں دیکھ رہے) یہ محترم مولانا ابوالعطاء صاحب کی ایران روانگی کے وقت ان کے گھر کے سامنے لی گئی تھی۔ مولانا موصوف کے گھر کے سامنے ایک بہت بڑا میدان ہے جسے حضرت امام جماعت الثالث ایک پارک کی صورت میں بدلنا چاہتے تھے چنانچہ محترم مولانا صاحب کے ساتھ مل کر ہم محلہ والوں نے یہاں وقار عمل کئے اور ایک دن جب ہم جھاڑیاں کاٹ رہے تھے (اور یہ صبح کا وقت تھا) حضرت امام جماعت الثالث بھی تشریف لے آئے۔ کچھ دیر ہمیں جھاڑیاں کاٹتے دیکھا۔ کچھ ہدایات دیں اور کچھ تھوڑی سی نصائح کیں۔ نصائح زیادہ طور پر سیر اور صحت کو بہتر بنانے کے سلسلے میں تھیں۔ اور پارک بنانے کا مقصد بھی یہ تھا کہ احمدی احباب صبح کے وقت یا شام کے وقت وہاں سیر کے لئے آیا کریں۔ کھلی فضا میں بنچوں پر بیٹھیں بھی اور پارک کے چکر لگا کر اچھی ہوا اور اچھی فضا کا لطف بھی اٹھائیں۔ اس تصویر میں مولانا صاحب موصوف کے گلے میں ہار پڑے ہوئے ہیں مجھے خیال آیا کہ جب آپ ۳۰ کے دہاکے میں عرب ممالک میں دعوت الی اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے چار پانچ سال کے بعد واپس آئے تھے تو آپ کے گلے میں ہار ڈالے گئے تھے بلکہ یوں کہیئے کہ آپ کو ہاروں سے لاد دیا گیا تھا۔ میں نے آج تک اس موقعہ کی کوئی تصویر نہیں دیکھی۔ غالباً اس وقت تصویروں کا اتنا رواج بھی نہیں تھا۔ اسی لئے نہ کسی نے تصویر لی نہ کسی کو بعد میں وہ منظر دیکھنے کا موقع ملا۔ تصویر لے لی جائے تو اس منظر کی ہلکی سی جھلک سامنے آجاتی ہے ہو سکتا ہے اس کے بعد بھی کبھی نہ کبھی محترم مولانا صاحب کے گلے میں ہار ڈالے گئے ہوں لیکن میں نے باوجود خاصے قرب کے ان کی کوئی ایسی تصویر نہیں دیکھی۔ البتہ اس موقعہ پر جب وہ ایران جا رہے تھے ہاروں کے ساتھ ان کی گروپ فوٹو بھی لی گئی اور میں نے ان سے گزارش کر کے ان کی اکیلی تصویریں بھی لیں۔ یہ تصویریں بھی میرے پاس موجود ہیں اور غالباً ہمارے تصویری لٹریچر میں مولانا موصوف کے گلے میں ہار پڑے یہی تصویریں ہیں جن کے علاوہ یادیں تو موجود ہیں لیکن تصویریں نہیں۔ میں ان تصویروں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور ان سے محبت کرتا ہوں۔

مولانا صلاح الدین احمد

کتابوں کا قبرستان

یہ مضمون مولانا نے ۱۶۔ اپریل ۱۹۶۴ء کو انجمن فروغ و ترقی کتب خانہ جات کے تحت منعقدہ ایک "لائبریری سیمینار" میں پڑھا۔ اس کے بعد یہ پہلی بار مولانا کی وفات کے بعد "ادبی دنیا" میں چھپا۔ ادارہ المنار "ادبی دنیا" سے شکریہ کے ساتھ اس مضمون کا ایک حصہ شائع کر رہا ہے۔ یاد رہے کہ یہ مضمون ادب و انشاء کے لحاظ سے جتنا وقیع ہے اتنا ہی فکر انگیز بھی ہے۔ اس کا اندازہ قارئین مطالعہ کے بعد خود ہی فرمالیں گے۔ (ادارہ)

گرمیوں کی ایک پر کیف شام کا ذکر ہے میں اپنے ناشر اور کتاب فروش دوست کی دوکان کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ عادتاً میں نے اندر جھانکا۔ دیکھتا ہوں کہ وہ اچکن پہنے اور چشمے لگائے ایک سوٹ کیس میں کچھ ٹھونس رہے ہیں۔ قریب آنے پر ان کے ماتھے کی افشاں اور ان کے پھولے ہوئے سانس کا بھی احساس ہوا۔ آنکھیں چار ہوتے ہی میں نے سوال کیا۔

"یہ ایسی گرمی میں آپ نے اچکن کیوں چست کر رکھی ہے؟"

فرمانے لگے

"سفر پر جو جا رہا ہوں"

"سفر پر جا رہے ہو تو میرے بھائی اسے سوٹ کیس میں رکھ دو"

"جگہ کہاں ہے؟"

انہوں نے ذرا ترش ہو کر جواب دیا اور معاً میری نگاہیں اس جنسِ نایاب سے جا ٹکرائیں جو اس سوٹ کیس کو دامانِ باغبان بنا رہی تھی۔ غور سے دیکھا تو نیلے پیلے' سرخ' سبز' منقش اور مصور صدہا گردپوش اس میں سمانے کے لئے باہم دست و گریباں تھے اور میرے دوست کی چابکدستی انہیں باہم رواداری کا درس دے رہی تھی۔ اس نظارۂ بہار کے بعد وجہ بہار پھر بھی سمجھ میں نہ آئی تو حبیب مذکور نے بڑے صبر اور استقامت کے ساتھ میری ذہنی گتھیاں سلجھاتے ہوئے فرمایا کہ "دیکھئے یہ جون کا مہینہ ہے"

"بجا!" میں نے تصدیق کی۔

"ہمارے لئے یہ سال کا آخری مہینہ بلکہ سال بھر کی کمائی کا مہینہ ہے"

میں کچھ کہنے کو تھا کہ انہوں نے اشارہ سے صبر کی تلقین فرمائی اور سلسلۂ سخن جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

"سال بھر ہم اس مہینے کا انتظار کرتے ہیں"

میں نے سوچا ہو نہ ہو رجب اور جون میں کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے ورنہ زکوٰۃ لینے والے مومنوں کو تو رجب ہی کا انتظار رہتا ہے۔ بہرحال وہ فرماتے رہے اور میں سنتا رہا اور حاصلِ کلام یہ مرتب ہوا کہ ہر مدرسے اور سکول میں لائبریری کے لئے کتابیں خریدنے کی غرض سے جو ایک رقم بچوں کی جیبیں کاٹ کاٹ کر اور سرکاری یا غیر سرکاری امداد

باقی صفحہ ۷ پر

نمایاں کامیابی - اخباری انٹرویو

یاسر اقبال سیفی نے اس سال میٹرک سائنس کے امتحان میں ۹۱- اعشاریہ ۲۹ فیصد نمبر حاصل کر کے کراچی بورڈ میں طلبا و طالبات میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہے- ان سے روزنامہ جنگ کے غلام محی الدین نے جو انٹرویو کیا ہے وہ اس کے ۱۴- ستمبر ۱۹۹۴ء کے شمارے کے شکریہ کے ساتھ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے-

یاسر اقبال سے ملاقات کرنے جب میں ان کے فلیٹ واقع کلفٹن روڈ پہنچا تو تیز بارش ہو رہی تھی' دروازہ کھٹکھٹایا تو ننھی بچی نے دروازہ کھولا تعارف کرانے پر اس نے اندر جا کر اپنے بھائی کو اطلاع دی- چند لمحوں بعد میرے سامنے ایک چھریرے بدن کا شرمیلا نوجوان کھڑا تھا- اس کے چہرے پر موجود مسکراہٹ سے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہی یاسر اقبال ہے-

یاسر اقبال نے اپنا تعارف کرایا اور مجھے ڈرائنگ روم میں لے جا کر بٹھایا اس کے بعد گفتگو کا آغاز ہوا- سب سے پہلے میں نے اس نوجوان کو شاندار کامیابی پر مبارک باد دی جو اس نے خوشدلی سے قبول کی- اس کے بعد میں نے یاسر سے کچھ سوالات کئے- موجودہ تعلیمی ماحول کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے یاسر اقبال نے کہا.....

موجودہ تعلیمی ماحول میں جو بھی خرابیاں آج کل موجود ہیں اس کے زیادہ تر ذمہ دار خود سکول ہیں' نہ تو سکولوں میں تعلیمی ماحول ہے نہ ہی تعلیمی سہولتیں- تعلیمی سہولتوں کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ہاں ملکی وسائل کی قلت ہے لیکن ہم کوشش کر کے اپنے ہاں تعلیمی ماحول تو پیدا کر سکتے ہیں- اس ملک میں سارے ہی بچے اعلیٰ انگریزی سکولوں میں تعلیم نہیں پاتے- ذہین بچہ تو چٹائی پر بیٹھ کر بھی تعلیم حاصل کر سکتا ہے مگر جب اساتذہ تعلیم کو کھیل اور اسکولوں کے مالکان تعلیم کو کاروبار سمجھیں گے تو تعلیمی ماحول تو ہرگز فراہم نہیں کیا جا سکتا' دوسرے ہماری تعلیم کا سب سے زیادہ حرج آج کل کی ہنگامہ آرائی اور سیاسی کشیدگی کی وجہ سے ہوتا ہے- آئے دن کی چھٹیوں سے تعلیم ادھوری رہ جاتی ہے- ہم جب اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ کسی کو مار دیا گیا ہے تو بڑا دکھ ہوتا ہے- آخر وہ بھی تو ہمارے جیسا انسان ہی ہوتا ہے-

سوال:- یاسر آپ کے خیال میں تعلیم مادری زبان میں دی جانی چاہئے یا انگریزی میں؟

یاسر اقبال- یہ ایک مسلّمہ اصول ہے کہ بچے کو ابتدائی تعلیم اگر اس کی مادری زبان میں دی جائے تو وہ اس کا اثر جلدی قبول کر لیتا ہے مگر آپ یہ بھی تو سوچیں کہ اردو پورے ملک میں بولی جاتی ہے مگر انگریزی تو تقریباً پوری دنیا میں بولی اور سمجھی جاتی ہے- ہمارے ہاں ساری خرابی تو سسٹم کی ہے- سلیبس کی ہے' بچہ جب چھٹی جماعت میں آتا ہے تو اسے اے فار ایپل سکھایا جاتا ہے' نہ وہ اردو سیکھ پاتا ہے نہ انگریزی' ویسے بھی بچے کو اگر ابتدا ہی سے انگریزی پڑھائی جائے تو دشواری کیوں ہو گی' بچپن میں پک اپ زیادہ ہوتا ہے بچہ آرام سے ہر چیز سیکھ سکتا ہے لہٰذا اس وقت تک جب تک ہمارے ملک میں اردو نصاب مکمل طور پر جدید سائنسی تحقیق اور موجودہ دور سے ہم آہنگ نہ ہو اسے رائج کرنا خود کو ترقی کی دوڑ میں پیچھے رکھنے کے مترادف ہو گا-

اس سوال کے جواب میں کہ آج کل کا طالبعلم غیر ذمہ دار کیوں ہے؟ اور اس میں ان کے والدین کا قصور زیادہ ہے یا اساتذہ کا؟ یاسر اقبال نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا کہ اس رویے کا ذمہ دار سراسر استاد ہے- اس کی وجہ یہ ہے کہ اساتذہ کا ذہن کاروباری ہو گیا ہے- وہ بچوں کا کیریکٹر بنانے کی طرف توجہ نہیں دیتے بلکہ ان کی اصل توجہ اس جانب ہوتی ہے کہ اسکول کے کتنے بچے ان سے ٹیوشن پڑھتے ہیں- جہاں تک والدین کا تعلق ہے ان کی ذمہ داریاں اتنی نہیں جتنی اساتذہ کی- دراصل بچے کو اسکول بھیجنے کا بنیادی مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کی تربیت کی جائے- اس کو ڈھنگ' تمیز' سکھانا اور احساس ذمہ داری دلانا اساتذہ کی ذمہ داری ہے- والدین کی ذمہ داری بھی ہے مگر وہ والدین جو ان پڑھ ہوتے ہیں' پڑھے لکھے یا تعلیم یافتہ استاد کی طرح بچے کا کردار تو نہیں بنا سکتے-

تعلیم عام کرنے کے لئے حکومت کو کیا اقدامات کرنا چاہئیں؟

اس سوال کے جواب میں یاسر اقبال نے کہا کہ ایک تو ہر گاؤں' دیہات' قصبوں میں سکول قائم کئے جائیں وہاں ایسا ماحول پیدا کیا جائے کہ بچے شوق سے سکول جائے جبریہ نہیں' وہاں خود کو قیدی تصور نہ کرے- یہ ضروری نہیں کہ ڈیسکوں پر ہی بٹھا کر تعلیم دی جائے دری پر بٹھا کر بھی تعلیم دیں بچوں کو مگر ایک نظریئے کے تحت ایک مقصد کے تحت' یہ نہ ہو کہ اساتذہ آئیں اور محض وقت گزار کر واپس چلے جائیں- اس کے علاوہ شہروں میں پرائیویٹ اسکول کی فیسوں پر کنٹرول کیا جائے' انہیں پابند کیا جائے کہ وہ تعلیمی معیار برقرار رکھیں-

سوال:- طریقہ تعلیم' نصاب اور طریقہ امتحانات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

یاسر اقبال- سب سے پہلے نقل کا مکمل طور پر خاتمہ ہونا چاہئے- سوالات کا پرچہ اس طرح ترتیب دینا چاہئے کہ اس میں پوری کتاب یا سلیبس کا احاطہ ہو جائے اور وہی بچہ اس پرچہ کو حل کر سکے جس نے کتابیں پڑھی ہوں- یہ نہ ہو کہ وہ گیس پیپرز یا امپورٹنٹ نوٹس کے ذریعہ تیاری کر کے آئے اور پاسنگ مارکس حاصل کر کے چلتا بنے- طویل سوالات کی بجائے آبجیکٹو طرز کے سوالات زیادہ دیئے جانے چاہئیں- اسکولوں میں ایسا شیڈول رائج کیا جانا چاہئے کہ بچہ گدھوں کی طرح کتابیں لاد کر روزانہ اسکول نہ لے جائے- بچوں کو گھر پر ہوم ورک تحریری نہ دیا جائے- البتہ حساب اور فزکس جیسے مضامین کا کام دینا مناسب ہے جس کی پریکٹس ضروری ہوتی ہے دیگر کام صرف یاد کرنے کے دیا جانا چاہئے-

سوال: الیکٹرونک میڈیا تعلیم کے فروغ میں کیا کردار ادا کر رہا ہے؟ کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟-

یاسر اقبال- جی نہیں! ہمارا الیکٹرونک میڈیا تعلیمی پروگراموں کو ایک تو وقت کم دیتا ہے دوسرے ان کا معیار کم درجہ کا ہوتا ہے- بصری وسمعی طریقوں کو تو ہمیں اپنے وسائل کے مطابق زیادہ سے زیادہ اختیار کرنا چاہئے- ٹیلیوژن کو زیادہ سے زیادہ انفارمیٹو ہونا چاہئے- دنیا بھر میں ہونے والی جدید تحقیقات کے لئے خصوصی وقت مقرر کیا جانا چاہئے-

یاسر اقبال بچپن سے اب تک ہمیشہ امتیازی نمبروں سے پاس ہوتے رہے ہیں- انہوں نے بتایا کہ وہ کرکٹ' ٹیبل ٹینس' اسنوکر اور بیڈ منٹن بڑے شوق سے کھیلتے ہیں- روزانہ ۳- ۴ گھنٹے گھر پر پڑھتے ہیں- انہوں نے بتایا کہ انہیں پوزیشن آنے کا تو یقین تھا مگر پہلی پوزیشن آنے کا سو فیصد یقین نہ تھا- وہ اس سلسلے میں اپنے سکول کے اساتذہ' والدین کے شکر گزار ہیں کہ ان کی محنت اور توجہ سے وہ یہ اعلیٰ اعزاز حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے- انہوں نے طالب علموں کو مشورہ دیا کہ وہ دل لگا کر پڑھیں' اساتذہ کی عزت کریں اور کم از کم حصول تعلیم کے معاملے میں خود کو ہرگز دھوکہ نہ دیں-

مکرم یاسر اقبال صاحب سیفی نے روزنامہ جسارت کراچی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ نقل کی روک تھام کے لئے سخت ترین اقدام کی ضرورت ہے اور اگر ضروری ہو تو امتحانات بھی انتخابات کی طرح فوج کی نگرانی میں کروائے جائیں انہوں نے کہا کہ اگر اساتذہ چاہیں تو وہ نقل پر قابو پا سکتے ہیں- لیکن اساتذہ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو نقل کروانے والے طلباء کی مدد کرتے ہیں- یاسر اقبال نے کہا کہ نصاب میں تحقیق شامل کئے جانے کی ضرورت ہے- تاکہ یہ وقت و حالات کے مطابق ہو جائے- وہ ایم بی اے کرنا چاہتے ہیں-

(روزنامہ جسارت کراچی ۳۱ اگست ۱۹۹۴ء)

روزنامہ مشرق کراچی

میٹرک سائنس گروپ کے امتحانات میں کل ۸۵۰ نمبروں میں سے ۷۷۶ نمبر لے کر پہلی پوزیشن حاصل کرنے والے کراچی پبلک سکول کے طالب علم یاسر اقبال سیفی ولد محمد اقبال سیفی نے سیاست سے عدم دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میرے نزدیک وہ رہنما یا سیاست دان بہتر ہیں جو قطعی طور پر ملک سے مخلص ہیں- انہوں نے کہا کہ نظام تعلیم میں فوری تبدیلیوں کی ضرورت ہے اور سالانہ امتحان کے نظام کو ختم کر کے سمسٹر سسٹم رائج کرنا چاہئے- جس سے طلبہ پر بوجھ کم پڑے گا اور وہ یکسوئی کے ساتھ پڑھائی کر سکیں گے- انہوں نے نصاب تعلیم کو جدید تقاضوں کے مطابق بنانے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ سکولوں میں کمپیوٹر کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جانا چاہئے- انہوں نے مستقبل میں ایم بی اے کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ تعلیم کے علاوہ ہر قسم کی کھیلوں میں دلچسپی رکھتے ہیں- انہوں نے بتایا کہ ان کے والد شون بینک میں سینئر وائس پریذیڈنٹ کے عہدے پر فائز ہیں اور ان کی کامیابی میں ان کے گھر والوں کا بڑا حصہ ہے- انہوں نے اپنے ہم عصر طلباء کو مشورہ دیا کہ وہ بھی محنت اور لگن سے تعلیم حاصل کرنے کو اپنا مقصد حیات بنائیں تاکہ ان کی قابلیت لیاقت اور صلاحیتوں کے استعمال سے ملک کو فائدہ پہنچ سکے-

(روزنامہ مشرق کراچی- ۳۱ اگست ۱۹۹۴ء)

روزنامہ قومی اخبار- کراچی ۳۱- اگست ۱۹۹۴ء

پہلی پوزیشن حاصل کرنے والے کراچی پبلک سکول کے طالب علم یاسر اقبال نے کہا کہ نصاب میں نئی تحقیق کو شامل کیا جائے یاسر اقبال مستقبل میں ایم بی اے کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں-

روزنامہ دی نیوز انٹرنیشنل کراچی ۳۱ اگست ۱۹۹۴ء

کراچی پبلک سکول کے یاسر اقبال سیفی جنہوں نے تمام طلباء میں اول پوزیشن حاصل کی ہے وہ انٹرمیڈیٹ کی سطح پر پری انجینئرنگ میں پڑھنا چاہتے ہیں لیکن دوسرے طلباء کی

باقی صفحہ ۷ پر

بین المملکتی حالات - واقعات - شخصیات

شمالی کوریا امریکہ معاہدہ

کئی ماہ کی بات چیت اور کئی اتار چڑھاؤ دیکھنے کے بعد بالآخر شمالی کوریا اور امریکہ کے درمیان ایٹمی مسئلے پر سمجھوتہ طے پا گیا ہے- جس کے تحت شمالی کوریا اپنے ایٹمی پروگرام منجمد کر دے گا اور اپنے قدیمی گریفائٹ ایٹمی ری ایکٹر کو بند کر کے اس کی جگہ پر ہلکے پانی کا ری ایکٹر لگالے گا جس سے بجلی تو پیدا ہو سکتی ہے لیکن اس سے بھاری مقدار میں پلوٹونیم پیدا نہیں ہو سکے گا جس سے ایٹم بم بنایا جا سکتا ہے-

چند ماہ قبل مشرق بعید کے اس علاقے میں شدید بحرانی کیفیت پیدا ہو گئی تھی- شمالی کوریا کے آنجہانی سربراہ جو آج کے دور میں کیمونسٹ نظام کے شاید واحد سخت گیر علم بردار رہ گئے تھے انہوں نے ایٹمی مسئلے پر امریکہ سے محاذ آرائی کی ٹھان لی تھی اور اس علاقے میں شمالی اور جنوبی کوریا کے درمیان جنگ کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا- امریکہ نے کہا تھا کہ اگر شمالی کوریا نے اپنا ایٹمی پروگرام ترک نہ کیا تو وہ اس پر اقتصادی پابندیاں لگوا دے گا-

آج کے دور میں جو معیشت کا دور ہے کسی بھی ملک کو سب سے زیادہ پریشان کرنے کا طریق اس پر اقتصادی پابندیاں لگانا ہے- آج کی دنیا میں کوئی بھی ملک اکیلا زندہ نہیں رہ سکتا- دوسرے ملکوں کے ساتھ آزادانہ تجارت- آمد و رفت رقوم کا لین دین کسی بھی ملک کی زندگی کو معمول کے مطابق رواں دواں رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے- امریکہ نے یہ دھمکی دی تھی کہ اگر شمالی کوریا نے ایٹمی پروگرام کو جاری رکھا تو جاپان اور دیگر ممالک سے اس کو رقوم کی ترسیل بند کرا دی جائے گی- شمالی کوریا کی اقتصادیات کا ایک بڑا انحصار ان رقوم پر تھا جو شمالی کوریا کے بیرون ملک میں مقیم باشندے اپنے عزیزوں کو بھجواتے تھے- اگر اس پر پابندی عائد ہو جاتی تو چند ہفتوں کے اندر اندر شمالی کوریا سخت مالی مشکلات میں گھر جاتا- اس لئے شمالی کوریا نے جواب میں کہا تھا کہ وہ ایسی پابندیوں کا اطلاق اپنے خلاف اعلان جنگ تصور کرے گا اور وہ جواباً جنوبی کوریا پر حملہ بھی کر سکتا ہے- اس بیان بازی نے صورت حال کو خاصا پریشان کن بنا دیا تھا-

۱۹۹۰ء میں سوویت یونین کے زوال کے بعد دنیا میں طاقت کا جو توازن درہم برہم ہوا ہے وہ ابھی تک قائم نہیں ہو سکا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں اب امریکہ جو چاہے کروا سکتا ہے اور منوا سکتا ہے- اس کے ساتھ کوئی سودے بازی کرنے والا باقی نہیں رہا- ماضی میں سوویت یونین کو امریکہ کے مقابل پر ایک برابر کی سی حیثیت حاصل تھی چنانچہ امریکہ کو من مانی کرنے کی آزادی نہ تھی اور جب بھی امریکہ کسی ملک پر زیادتی کرنا چاہتا تھا تو اس کو اس سے پہلے سوویت یونین کی درپردہ اجازت حاصل کرنا ہوتی تھی اور اگر سوویت یونین کوئی اقدام کرتا تھا تو وہ پہلے اپنی مدمقابل طاقت امریکہ سے کوئی نہ کوئی خفیہ یا جلی ساز باز کر لیتا تھا اس کے نتیجے میں دنیا میں طاقت کا ایک توازن قائم تھا-

۱۹۹۰ء میں عراق کے ساتھ جو کچھ ہوا اس نے چھوٹے ملکوں کو خوفزدہ کر کے رکھ دیا ہے- چنانچہ اب کوئی بھی چھوٹا ملک خود کو بڑی طاقت کے رحم و کرم پر پاتا ہے- چنانچہ شمالی کوریا نے چند دن تو جرأت دکھائی مگر آخر کار وہ جلد ہی امریکہ کی شرائط کو ماننے پر راضی ہو گیا-

اس کے بعد سے دونوں ملکوں کے درمیان جینیوا میں بات چیت ہوتی رہی- شمالی کوریا نے اپنی مرضی کی شرائط منوانے میں کچھ سختی دکھائی- کئی بار یہ بات چیت آدھے راستے میں ختم ہو جاتی رہی- جاپان اور جنوبی کوریا مخمصے کا شکار رہے کہ بات بالآخر کس طرح ہو گی- لیکن اب پھر وہی ہوا جس کا امکان تھا- کہ شمالی کوریا کو بالآخر امریکہ کی شرائط ماننا پڑیں اور اب دونوں ملکوں کے درمیان معاہدہ طے پا گیا ہے-

☆ ○○○ ☆

طاقتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے

جو شخص اعمال سے کام نہیں لیتا وہ دعا نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے اس لئے دعا کرنے سے پہلے اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے- اور یہی معنی اس دعا کے ہیں- پہلے لازم ہے کہ انسان اپنے اعتقاد اعمال میں نظر کرے- کیونکہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اصلاح اسباب کے پیرایہ میں ہوتی ہے وہ کوئی نہ کوئی ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے کہ جو اصلاح کا موجب ہو جاتا ہے-

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

ابن العطاء

میرا کالم

چند روز ہوئے میں نے اپنے ایک مضمون میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا تذکرہ کیا تھا- میں اس یونیورسٹی سے نشر ہونے والے کئی اسباق دلچسپی کے ساتھ سن چکا ہوں اور ہر دفعہ دل میں مزید خواہش پیدا ہوئی کہ یہ اسباق سنے جائیں- گویا کہ یوں لگتا تھا جیسے کنواں پیاسوں کے گھر تک جا رہا ہے- اگرچہ میں اس کی انتظامیہ یا اس کے اساتذہ سے کبھی نہیں ملا لیکن ملنے کی خواہش ضرور ہے- لکھے پڑھے طبقے میں گذارا ہوا وقت اچھی یادیں فراہم کرتا ہے- گزشتہ روز فیصل آباد سے ایک احمدی دوست افتخار چیمہ صاحب علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے فیصل آباد مرکز سے تعلق رکھنے والے ایک دوست ڈاکٹر سعید صاحب کو الفضل کے دفتر میں لے آئے- ڈاکٹر صاحب کا ذاتی مفاد تو ہومیوپیتھی سے وابستہ تھا- انہوں نے حضرت امام جماعت الرابع (ہماری دعائیں ان کے لئے) کے ان اسباق کا تذکرہ سنا تھا جو الفضل میں شائع ہو رہے ہیں- چنانچہ انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر وہ پرچے جن میں یہ اسباق شائع ہوئے ہیں انہیں مہیا کئے جا سکیں تو وہ ممنون ہونگے- فوری طور پر جتنے پرچے مل سکے انہیں دے دیئے گئے اور ان سے کہا گیا کہ اگر کسی سبق کا کوئی پرچہ نہ ملا تو ہم اپنی فائل میں سے اس کی فوٹو سٹیٹ کرا کے آپ کو مہیا کر دیں گے- اس بات پر انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا- مجھے اس کے علاوہ ان کی ذات میں یہ دلچسپی تھی کہ وہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ساتھ متعلق تھے- ان کے نام کے ساتھ غالباً ڈاکٹر کا لفظ بھی لگا ہوا ہے- یہ میں نے نہیں پوچھا کہ طب کی وجہ سے وہ ڈاکٹر کا لفظ لکھتے ہیں یا پی- ایچ- ڈی ہیں- بہر حال ان کے ساتھ بہت مفید گفتگو ہوئی- علامہ اقبال یونیورسٹی کے مختلف موضوعات' ان کی ابتدا اور انتہا اور طریق تعلیم یہ سب باتیں زیر بحث آئیں- انہوں نے بہت اچھی مفید معلومات مہیا کیں- میں نے ان سے ایمونالوجی کا ذکر کیا تو کہنے لگے کہ اس موضوع پر تو یہاں بہت کچھ نہیں ہے- اس کے لئے پی- ایچ- ڈی- کرنا ہو تو لوگ باہر جاتے ہیں- لیکن بہت سے ایسے مضامین ہیں جن میں پی- ایچ- ڈی کی آسانیاں پیدا کر دی گئی ہیں- دوبارہ ملاقات ہوئی تو مزید معلومات حاصل کر کے اپنے قارئین کو بھی ان میں شریک کرنے کی کوشش کی جائے گی- افتخار چیمہ صاحب سلسلے کے ایک سرگرم کارکن ہیں- ان سے فیصل آباد اور وہاں کی جماعت سے متعلق گفتگو ہوتی رہی- جب میں نے ٹھنڈے یا گرم کا پوچھا تو ایک چھوٹا سا بچہ جو ان کے ساتھ تھا (ان کا بیٹا) وہ کہنے لگا ابو مجھے کیلے لا کر دو- میں نے اسی وقت اپنے دفتر سے کہا کہ اس ننھے بچے کی خواہش پوری کی جائے- چنانچہ کیلے اور ٹافیاں لائی گئیں اور وہ کیلے نہ صرف اس بچے کے لئے تھے بلکہ چائے کی بجائے سب نے کیلے ہی کھائے- مجھے زیادہ لطف اس بات کا آیا کہ بچوں کے دل میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی جو ان کے دل میں ہوتا ہے وہی بیان کر دیتے ہیں اگرچہ بعض بچوں کے متعلق یوں لگتا ہے کہ انہیں چپ سی لگی ہوئی ہے لیکن جب بھی وہ بات کرتے ہیں تو سچائی کے ساتھ اپنے دل کا اظہار کرتے ہیں- لگی لپٹی نہیں رکھتے- اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بچوں کی طرح معصوم- بچے اپنی خواہشات کا اظہار کرنے میں بے تکلفی سے کام لیتے ہیں- اگرچہ اس بچے کے پہلے ہی دفعہ کہنے پر کہ مجھے کیلے چاہئیں ہم نے دفتر سے کیلے خریدنے کے لئے کسی شخص کو بازار بھیج دیا- لیکن چونکہ کہیں قریب کیلے نہیں مل سکتے تھے اس لئے کچھ وقت لگا اور یہ سارا وقت بچہ اس بات کو دہراتا رہا کہ ابو میں نے کیلے لینے ہیں- بلکہ وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر کہہ رہا تھا کہ اٹھئے اور چلیں مجھے کیلے چاہئیں- میں نے بار بار اس بچے سے کہا کہ بیٹا کیلے تو لینے گئے ہوئے ہیں وہ کچھ دیر کے لئے خاموش ہو جاتا اور پھر یہی کہنے لگتا کہ ابو مجھے کیلے چاہئیں اس بات نے مجھے بہت لطف دیا- اور اس بچے کی خواہش پوری کر کے مجھے اور بھی لطف آیا- بات ڈاکٹر سعید صاحب کی ہو رہی تھی- ان سے یہ پہلی ملاقات تھی- اور وہ بھی فیصل آباد جیسے قریب شہر میں رہنے کے باوجود پہلی دفعہ ربوہ تشریف لائے تھے- لیکن کچھ دیر کی گفتگو کے بعد کہنے لگے کہ اب میں پھر آؤنگا اور جب بھی آؤنگا الفضل کے دفتر میں ضرور حاضری دوں گا- ہم اسے اپنے لئے باعث شرف سمجھیں گے کے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے ایک دوست الفضل کے دفتر میں الفضل کے سٹاف سے ملاقات کے لئے تشریف لائیں ہم افتخار چیمہ صاحب سے بھی کہیں گے کہ وہ ایسے دوستوں کو جو الفضل کے کسی نہ کسی حصے میں دلچسپی رکھتے ہوں ضرور الفضل کے دفتر لائیں- یہ ملاقاتیں دلچسپ بھی ہوتی ہیں اور علم افزا بھی- ہمارے قارئین کو یاد ہو گا کہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے قیام سے پہلے ایک دفعہ ہماری مجلس شوریٰ میں اسی

طرح تعلیم دیئے جانے کی سکیم پر بھی غور ہوا تھا۔ وہ سکیم کن مراحل میں سے گزری اس کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن یہ میں ضرور کہوں گا کہ اچھی چیز جہاں بھی شروع ہو جائے اور جہاں سے بھی مل جائے اس کو لے لینا چاہئے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ہی سلسلے میں انہوں نے بتایا کہ اس وقت دنیا کے ۱۱۴ ممالک ایسے ہیں جہاں اوپن یونیورسٹیاں ہیں۔ اور انگلستان کے متعلق بات کرتے ہوئے کہنے لگے کہ وہاں تو اس کا بہت چرچا ہے۔ چنانچہ دو چار روز ہی پہلے بی۔ بی۔ سی نے اعلان کیا تھا کہ اوپن یونیورسٹی کی ایک لاکھویں خاتون کو سند دی گئی۔ وہ انجینئر ہیں اور انہوں نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ انہیں مزید تعلیم حاصل کرنی چاہئے اوپن یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ انگلستان میں بھی اور اسی طرح بہت سے دیگر ممالک میں بھی لوگ اپنی روزگار کے سلسلے میں مصروف رہتے ہیں اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی طرح یونیورسٹیوں سے بھی رابطہ رکھتے ہیں۔ وہاں داخلہ لیتے ہیں اور مزید ڈگریاں حاصل کرتے ہیں۔

بقیہ صفحہ ۳

اس نستعین میں بہت کچھ شامل ہے۔ اس نستعین کی دعا میں ہر دعا مانگی جا سکتی ہے اور اس دعا میں از خود رحم کی طلب بھی شامل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جب انسان ان تمام مراحل سے گزرتا ہے 'اور پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے گزرتا ہے' 'احتیاط کے ساتھ گزرتا ہے' شرک سے اپنے آپ کو کلیتہً پاک کر لیتا ہے اور حقیقت میں خدا کے حضور اپنا مقام سمجھنے لگ جاتا ہے تو اس وقت جب (ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں) کہتا ہے تو اس کی کوئی اور ان کی ساری دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اس کے بعد پھر جب (ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا ہے) کہتا ہے تو پھر دعائیں ایک نئے مضمون میں داخل ہو جاتی ہیں۔ انعام والے مضامین ہیں جن کی کوئی انتہاء نہیں۔ جن کی کوئی حد نہیں ہے اور ایک جاری سلسلہ ہے۔

(ذوقِ عبادت اور آدابِ دعا ص ۱۱۹ تا ۱۲۴)

بقیہ صفحہ ۴

حاصل کر کے جمع کی جاتی ہے اسے اسی ماہِ مبارک میں یک لخت خرچ کر دیا جاتا ہے اور اس مقدس موقع پر چاروں طرف سے جو مستحقین جمع ہوتے ہیں وہ اسے اپنے مقدر اور اپنے زورِ بازو کے مطابق بانٹ لیتے ہیں۔ چنانچہ میرے معزز دوست بھی غالب کی نکتہ آفرینی سے شہ پا کر کہ۔

اٹھالے ہاتھ میں جو بڑھ کے یہ مینا اُسی کا ہے

اس سالانہ مجادلہ میں حصہ لینے کے لئے رخت سفر باندھ رہے تھے۔ "مگر یہ گرد پوش" میں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور وہ زچ ہو کر کہنے لگے کہ آپ کو فن کے سارے راز کیوں کر بتا دوں؟ مگر آپ مانیں گے نہیں' 'تو سنئے جناب والا! ہم کتابیں دکھا کر نہیں بیچتے بس گرد پوش کی زیارت کرا دیتے ہیں۔ جتنا خوبصورت گرد پوش ہو گا اتنی بڑھیا کتاب ہو گی۔ وہ مثل آپ بھول گئے کہ "جیسی روح ویسے فرشتے"

ادھر ان کے لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور ادھر میں الجھن میں غرق ہو گیا کہ روح اور فرشتے میں روح کتاب ہے یا گرد پوش؟ 'مگر مسئلہ لاینحل ہی رہا۔ کیونکہ اب وہ سوٹ کیس کا ڈھکنا خوب سا دبا کر اسے باندھ چکے تھے' لیکن میرے ذوق تجسس نے ایک اور سوال کرنے پر مجبور کر دیا اور میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ اتنا اور بتا دیجئے کہ آپ کے سوا آپ کے حریف بھی اپنے گرد پوش لاتے ہوں گے' پھر گرد پوشوں کی اس لڑائی میں جیت کس کی ہوتی ہے؟ فرمانے لگے "میاں جیت اسی کی ہوتی ہے جس کا بازو قوی ہوتا ہے اور بازو کی قوت ان دنوں آپ جانتے ہیں جیب کے بھاری پن کا دوسرا نام ہے"۔

اب میں قریب قریب مطمئن ہو چکا تھا مگر ایک آخری سوال میرے لبوں پر آ ہی گیا اور میں نے پوچھ ہی لیا کہ پھر جب نمونوں کے مطابق مال سپلائی ہوتا ہے تو اس میں کتابیں بھی ہوتی ہیں کہ بس گرد پوش ہی گرد پوش؟ فرمانے لگے۔

"نہیں' ایسا اندھیر بھی کیا' بڑے سلیقہ کا ملا جلا مال ہوتا ہے اور بعض جگہ جہاں تعلقات کچھ زیادہ ہوں دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہوتا' صرف بل ہوتا ہے اور بل کو آپ جانتے ہی ہیں۔ "دل" کا ہم قافیہ ہے' بالکل اسی طرح جس طرح بلبل "گل" کا ہم قافیہ ----"

"بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است"

میں اب بالکل ساکت و صامت ہو گیا اور کوشش کے باوجود میری زبان سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ آخر انہی کو کچھ رحم آ گیا اور فرمانے لگے۔

"دیکھئے بھائی صاحب! زیادہ تر مدرسوں میں ایک چھوٹا سا کمرہ لائبریری کے نام سے ہوتا ہے اور ایک واجبی سا استاد لائبریرین کے نام سے۔ یہ صاحب کتابوں سے تو بس یونہی آشنائی رکھتے ہیں البتہ مالی امور میں خوب کاردان ہوتے ہیں اور یہ کاردانی انہیں عموماً جناب صدر مدرس کی نگاہوں میں بھی عزیز تر کر دیتی ہے۔

کتابوں کی خریداری جیسا کہ میں اشارۃً عرض کر چکا ہوں زیادہ تر انہی سے متعلق ہوتی ہے۔ خریداری کے بعد دیکھ بھال اور سینت سنبھال کا مسئلہ آتا ہے' 'تو اب آپ ہی بتائیے کہ کتابیں تو ہر سال خریدی جاتی ہیں لیکن انہیں رکھنے کے لئے جگہ کا سوال ذرا ٹیڑھا سا ہے۔ الماریاں آخر کانچ کی بنی ہوتی ہیں ربڑ کی تو نہیں کہ برابر پھولتی جائیں اور کسی کو دکھ نہ دیں۔ بس اس صورت حال کا سب سے آسان علاج یہ ہوتا ہے کہ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔"

کتابیں آتی رہیں اور جاتی رہیں اور جو خوش نصیب الماریوں کی زینت بننے کی حقدار پائیں' انہیں کوئی بد نصیب ہاتھ نہ لگانے پائے ورنہ کسی سر پھرے انسپکٹر کو کیا جواب دے گا؟"

اپنے دوست کی اس بصیرت افروز تقریر کے بعد میرا ذہن بالکل صاف ہو گیا اور حیرت کے جو کیڑے اس میں ایک عرصہ سے کلبلا رہے تھے وہ آسودہ خواب ہو گئے۔

(سہ ماہی مجلہ المنار- ربوہ- اپریل تا جون ۱۹۷۱ء)

بقیہ صفحہ ۵

طرح انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ وہ اس کی جگہ ایم بی اے کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا نکتہ نظر یہ ہے کہ اس سے ان کی انتظامی صلاحیت کو سائنسی اپروچ حاصل ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اگر طالب علم سنجیدگی سے تعلیم کی طرف توجہ دیں پھر بھی موجودہ نظام تعلیم میں اچھے امتحانی نتائج حاصل کر لینا بہت مشکل کام ہے۔ انہوں نے تجویز کیا کہ امتحانوں کے دوران کلاس روم اور کمرہ امتحان کے باہر فوج تعینات کی جائے تاکہ نقل کو روکا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ سٹڈی کورسز میں بعض نئے عملی امتحانات' مناسب ریسرچ کے بعد شروع کئے جائیں۔

روزنامہ ڈان ۳۱۔ اگست ۱۹۹۴ء

یاسر اقبال سیفی جنہوں نے لڑکوں اور لڑکیوں میں مجموعی طور پر اول پوزیشن حاصل کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر طلباء باقاعدگی سے کلاسز اٹنڈ کریں اور روزانہ تین سے چار گھنٹے تک پڑھائی کریں تو ان کو اچھے نمبر حاصل کرنے کے لئے ٹیوشن پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے ٹیوشن نہیں رکھی۔ انہوں نے کلاس نہم اور دہم کی نصابی کتب کو معیار سے کم قرار دیا اور کہا کہ حکومت کو ایسا نظام قائم کرنا چاہئے جس سے کم از کم ہر دس سال کے بعد نصابی کتب پر نظر ثانی کی جائے۔

یاسر نے جو انٹرمیڈیٹ کے بعد ایم بی اے کرنا چاہتے ہیں کہا کہ بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن کراچی کو پرچہ سوالات اس طرح مرتب کرنا چاہئے جس سے زیادہ سے زیادہ objective قسم کے سوالات دیئے جائیں۔ وہ بیڈمنٹن اور ہاکی کھیلتے ہیں جب کہ ٹکٹ اکٹھے کرنا ان کا مشغلہ ہے۔

بقیہ صفحہ ۱

تلخ معلوم دیتا ہے اور تلخ چیزیں لذیذ معلوم ہوتی ہیں کسی نے مجھ سے ملذذ نسخہ مانگا۔ میں نے اسے مصبر کچلہ شہد ملا کر دیا اس نے کہا کہ بڑا ملذذ ہے۔ یہ نتیجہ ہوتا ہے انسان کے معاصی کا۔ ان کی بصر اور بصیرت جاتی رہتی ہے اور ان کی آنکھیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے چہروں پر نگاہ کر کے اہل بصر انہیں اسی طرح دیکھتے ہیں جیسے سانپ۔ بندر۔ خنزیر کو دیکھتے ہیں۔ اس لئے (صاحب ایمان) کو چاہئے کہ خدا کی حمد اور تسبیح کرتا رہے اور اس سے حفاظت طلب کرتا رہے۔

(از خطبہ ۳۱ر جنوری ۱۹۰۲ء)

مطالبات تحریک جدید

○ احباب جماعت سادہ زندگی بسر کریں (لباس اور کھانے میں سادگی اختیار کی جائے)

۲۔ مطالبہ وقف اولاد/وقف زندگی

(۱) والدین اپنی اولاد کو خدمت دین کے لئے وقف کریں

(۲) نوجوان اور پنشنز احباب دین کے لئے زندگیاں وقف کریں۔

(۳) رخصت موسمی اور رخصت کے ایام خدمت دین کے لئے وقف کریں

(۳) اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔

(۴) جو لوگ بیکار ہیں وہ چھوٹے سے چھوٹا جو کام بھی مل سکے کرلیں۔

(۵) عورتوں کے حقوق کی حفاظت کریں

(۶) راستوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔

(۷) قومی دیانت کا قیام کریں۔

(۸) مقاصد تحریک جدید کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں۔

(وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

پاک گولڈ سمتھ
اقصیٰ روڈ طارق مارکیٹ ربوہ
عبدالمنان ناصر ولد میاں عبدالسلام صاحب
فون: ۵۵۰، ۶۴۳

خبریں

ربوہ : 25 اکتوبر-1994ء
صبح سے بادل ہیں۔ ہلکی سردی کا احساس ہے درجہ حرارت کم از کم 19 درجے سنٹی گریڈ زیادہ سے زیادہ 30 درجے سنٹی گریڈ

○ امریکہ نے پاکستان کی ٹیکسٹائل پر کوٹہ کی پابندی ختم کردی ہے۔ یکم جنوری ۱۹۹۵ء سے کاٹن ٹیکسٹائل کی مصنوعات کی امریکہ اور یورپی ممالک کو آزادانہ برآمد شروع ہوگی۔ اس سے پاکستان کو ۱۵۔ ارب روپے کی آمد متوقع ہے۔ اس پابندی کے ختم ہونے کے بعد پاکستان کی ٹیکسٹائل انڈسٹری کے کئی بند شدہ یونٹ دوبارہ چل پڑیں گے۔ یہ پابندی عالمی تجارتی معاہدے گیٹ GATT پر پاکستان کے دستخطوں کے بعد ختم ہوگئی ہیں۔

○ وزیراعظم نے قائد حزب اختلاف میاں نواز شریف کو ایک خط کے ذریعے اطلاع دی ہے کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں آپ کی شرکت پر آمادگی کے بعد دفتر خارجہ کو آپ کے دورے کی تفصیلات طے کرنے کی ہدایت جاری کر دی گئی ہے۔ نیو یارک کا تفصیلی پروگرام اقوام متحدہ کے سیشن کی روشنی میں پاکستان کے مستقل نمائندے برائے اقوام متحدہ طے کریں گے۔ یہ خط وزیراعظم کے دستخطوں سے مسٹر نواز شریف کو بھجوایا گیا ہے۔

○ حکومت پنجاب نے خودکار اسلحہ پر پابندی لگانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

○ مسلم لیگ کے ایم این اے طاہر رشید اور ان کے والد کو گرفتار کرلیا گیا لاہور ہائی کورٹ نے دونوں کی ضمانت کی درخواست خارج کردی تھی۔

○ قائد حزب اختلاف مسٹر نواز شریف نے کہا ہے کہ ایوان کے اندر اور باہر تحریک جاری رکھی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ خدا گواہ ہے کہ میں ملکی بقا کے لئے جدوجہد کر رہا ہوں۔ اس راہ میں میرا تن من دھن سب کچھ بھی لٹ جائے اور پاکستان بچ جائے تو میں تاریخ میں سرخرو ہو جاؤں گا۔ حکمرانوں سے نجات کی حکمت عملی تیار کرلی گئی ہے پنجاب اسمبلی اور مسلم لیگی کارکن ایوانوں کے اندر اور باہر جوش و جذبے سے تحریک جاری رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ حکمرانوں کی ہدایت پر تشدد کرنے والے جلد اپنے انجام کو پہنچیں گے۔

○ وزیراعلیٰ پنجاب مسٹر منظور احمد وٹو نے کہا ہے کہ اپوزیشن ہمارے گھر کی رونق ہے۔ ہم رواداری اور برابری کی سیاست کے قائل ہیں۔ ترقیاتی پروگرام کے تحت اپوزیشن سمیت تمام اراکین اسمبلی کو گرانٹ دی جا رہی ہے۔

○ اسرائیل اور اردن کل امن سمجھوتے پر دستخط کریں گے۔ امریکہ کے صدر کلنٹن تقریب میں موجود ہوں گے اور بطور گواہ معاہدے پر دستخط کریں گے۔ مشرق وسطیٰ کی تاریخ میں امن کی پیش رفت کے سلسلے میں یہ ایک اور غیر معمولی اقدام قرار دیا جارہا ہے۔

○ نواز شریف پشاور جیل میں سیاسی اسیروں سے ملاقات کریں گے۔

○ اپوزیشن کے مزید ۴۶۔ کارکنوں کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا ہے۔ جہلم جیل سے ان قیدیوں کی رہائی پر ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔

○ قومی اسمبلی کے رکن محمود اچکزئی نے کہا ہے کہ اگر صدر نے جانبداری برقرار رکھی تو جمہوریت کے لئے بہتر نہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے خود اپوزیشن کو اشتعال دلایا ہے۔ موجودہ سیاسی منظر کی تمام خرابیاں صابر شاہ کی حکومت کے خاتمے کی وجہ سے ہیں۔

○ بھارت میں پھوٹنے والا ملیریا راجستھان کے علاقے سے پاکستان میں داخل ہوگیا ہے چشتیاں اور فورٹ عباس کے علاقے میں متعدد مریضوں کو ہسپتال میں داخل کردیا گیا ہے۔

○ واپڈا کے ایس ڈی او اور پھر لائن مین کو زدو کوب کرنے کے بعد شاہ جیونہ جھنگ میں واپڈا کے ملازمین نے بطور احتجاج دوسرے روز بھی بجلی بند رکھی۔ ڈپٹی کمشنر نے لیبر یونین کو ملزمان کو گرفتار کرانے کی یقین دہانی کرادی ہے۔

○ ایم کیو ایم کے قائد مسٹر الطاف حسین نے کہا ہے کہ مہاجروں کو ان کے اپنے ملک میں بھی محکوم بنا دیا گیا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے مہاجروں کے انسانی حقوق پامال کر رہے ہیں۔ انہوں نے غیر جانبدار اداروں سے کہا کہ وہ مہاجروں پر ہونے والے مظالم کی تحقیقات کریں۔

○ بھارتی سپریم کورٹ نے بابری مسجد کے مسئلے پر صدارتی ریفرنس کی سماعت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ حکومت نے اس تنازعے کو حل کرنے کے لئے سپریم کورٹ سے ریفری کا کردار ادا کرنے کے لئے کہا ہے۔

○ سرحد کے وزیر اعلیٰ مسٹر آفتاب احمد خان شیر پاؤ کو اپنے انتخابی حریف کو نقصان پہنچانے کے الزام سے بری کر دیا گیا ہے۔

○ اقوام متحدہ کی سالگرہ پر ایک پیغام میں وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ کشمیر اور بوسنیا کے معاملات میں مظلوموں کے حقوق کے سلسلے میں اقوام متحدہ پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

○ سیکرٹری خارجہ مسٹر نجم الدین شیخ نے وائس آف امریکہ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہم مسئلہ کشمیر کو عالمی اداروں میں اٹھاتے رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری تجویز ہے کہ اس معاملے کو کوئی تیسرا فریق اپنے مصالحانہ کردار سے حل کرنے کی کوشش کرے۔ ہماری اس تجویز کو بین الاقوامی برادری میں بے حد پذیرائی حاصل ہو رہی ہے۔

○ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ کشمیر کے مسئلے پر سیاستدانوں کی گول میز کانفرنس بلائی جائے۔ آئندہ ماہ کے اوائل میں اس کانفرنس کا انعقاد متوقع ہے۔ مسلم لیگ (ن) کے سربراہ سمیت ۱۶۔ سیاسی جماعتوں کو دعوت نامے جاری کئے جا رہے ہیں۔

○ وزیر اعلیٰ پنجاب نے بتایا ہے کہ مسلم لیگ کے اتحاد کے لئے ہم نے ظفر اللہ جمالی کو اختیارات دے دیئے ہیں۔ تاج جمالی سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ انہیں کوئی ذمہ داری نہیں دی گئی۔

○ مسلم لیگ (ن) نے جماعت اسلامی سے اتحاد کے لئے اپنی کوششیں تیز کر دی ہیں۔ چوہدری شجاعت اور اعجاز الحق ان کوششوں میں پیش پیش ہیں۔ ان دونوں نے قاضی حسین اور پروفیسر خورشید احمد سے گفتگو میں یہ نظریہ اختیار کیا ہے کہ حساس ملکی اداروں میں غیر ملکی سرمایہ کاری سے ملکی سالمیت کو خطرہ ہے اس لئے ہمیں قومی سوچ اختیار کرنی چاہئے۔

○ کراچی میں ۹۔ ماہ میں ۶۳۔ پولیس والوں سمیت ۴۶۴۔ افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ قتل کی اوسط روزانہ دو اور زخمیوں کی اوسط بھی روزانہ دو ہے۔ ۹۔ ماہ میں ۶۳۔ پولیس والوں کا قتل پاکستان کی تاریخ کا ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔

○ امریکی سفیر نے اپوزیشن لیڈروں سرتاج عزیز، عابدہ حسین اور مسلم لیگ (ن) کے پریس سیکرٹری مشاہد حسین سے ملاقات کی۔ وہ مسٹر نواز شریف سے بھی ملاقات کریں گے۔

○ اسرائیل نے فلسطینی انتہاپسند جماعت حماس کے قاتلانہ حملوں سے تنگ آکر ہر قسم کے فلسطینیوں کا اسرائیل میں داخلہ بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس سے ۶۰۔ ہزار فلسطینی لوگوں کا روزگار بند ہو جائے گا۔

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ہمارا شعار
• خدمت • دیانت • امانت
مکانات۔ پلاٹ۔ دوکانات و دیگر سکنی اور زرعی اراضی کی خرید و فروخت کیلئے آپ کا بہترین انتخاب
چوہدری اسٹیٹ ایجنسی
کمیٹی مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ
فون: 212379

تبدیلی نام

○ میں نے اپنی بیٹی عابدہ کا نام امۃ القیوم کوثر رکھ لیا ہے۔ آئندہ اسے اسی نام سے لکھا اور پکارا جائے۔

لطیف احمد شاہد
ولد چوہدری قائم الدین
کوارٹر نمبر ۱۴۱۔ صدر انجمن احمدیہ

دِل کی امراض
درد دل، دھڑکن، دل گھٹنا، سانس پھولنا اور خون کی نالیوں کی جملہ امراض کا فوری علاج
ہارٹ کیوریٹو سمیل
HEART CURATIVE SMELL
کے سونگھنے سے کیا جا سکتا ہے۔ ہارٹ سپیشلسٹ ڈاکٹرز اپنے 50 فیصد مریضوں کو ادویاتی علاج کے ساتھ
HEART CURATIVE SMELL
سونگھنے کیلئے دے کر اس کے زود اثر اور بے ضرر مقوی دل خوشبو HEART TONIC SMELL کے مثبت POSITIVE اثرات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس غرض کیلئے فری سیمپل طلب فرمائیں۔
میڈیکل اور نان میڈیکل کاروبار کرنے والے تمام افراد واپسی قیمت کی رعایت کے ساتھ (WITH MONEY BACK GUARANTEE) فروخت کر سکتے ہیں۔
قیمت پاکستان میں 20.00 روپے فی سمیل۔
ڈاک خرچ (چھوٹے بڑے آرڈر پر) 10.00 روپے
ایکسپورٹ کوالٹی پانچ ڈالر $ 5 معہ ڈاک خرچ (ترقی پذیر ممالک کیلئے ریٹ الگ)
روزمرہ استعمال کی 7 مختلف سمیلز کا خوبصورت پرس 150 روپے میں دستیاب ہے۔
لٹریچر اور دیگر کیوریٹو سمیلز کی تفصیلات مفت طلب فرمائیں۔
موجد: ہومیوپیتھک ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر آر ایم پی۔ ایم اے۔ ایل ایل بی۔ فاضل عربی۔
مائینڈ اینڈ میموری ایکسپرٹ
بانی کیوریٹو سسٹم آف میڈیسن
پیشکش کیوریٹو سمیلز انٹرنیشنل ربوہ۔ پاکستان
ٹیلیفون 211283، آفس 771، کلینک 696

پتہ